جلد ۱۱ نمبر ۲۰

مضامین غیر

پنجشنبہ ۲۷ مئی ۱۹۲۶ء

ادب لطیف

مولانا پنچ - السلام علیکم -

شباب اردو دسمبر ۱۹۲۵ء کے پرچے میں ایک مضمون سردار نور محمد صاحب بی۔ اے علیگ کا نظر سے گزرا - سبحان اللہ یوں تو تمام مضمون مرصع ہے لیکن برق بازلیت "نیج نواز راگنی" اور سریلی خوشبو اور دلچسپ دیوی وغیرہ کی سردار آرزو نے بس دل کو تڑپا دیا ہے اور چونکہ ابدولت تیگوری مسلک میں کسی سے دب کر نہیں رہ سکتے اسلیے سردار نور محمد صاحب بی۔ اے کے مضمون کا جواب معناً اور لفظاً اسی ردیف قافیہ میں لکھا جاتا ہے امید ہے کہ بذریعہ اودھ پنچ یہ جواب جناب ممدوح کے نظر انور سے گزرے گا -

خاکسار ابرار

یہ وہ جملے ہیں جو شرمندۂ معنی نہوئے

تو دل کی بیمار باصرہ نواز میں رقص ندیر کے نشار کو انجم نواز کر آ - آ گلکدۂ مژگاں کے ہر نقطہ کو تشنۂ فساد بنا جا - آ - آ تار الوہیت کی ملکہ بن کر میرے دامن اشارہ کو گلوگیر نہ کر - آ آ آ آفتاب کے انگڑائی میں یا قوتی پریشانی نہ بن اسلیے کہ میرا شباب تجھے خلخال شکلیں پہنانا چاہتا ہے -

اے رعنائے شبک آ - آ - اے دلچسپ دیوی! برق بازلیت!! نیج نواز راگنی!! سریلی خوشبو! نگاہ شیم ساز اشہری دھڑکن میں شعلۂ منجمد کو ہلال سر بر نہادے آ - میری سرخی جسم میں برنیلی مسکراہٹ سے تاریک قہقہہ کو کھل الجواہر بنا ورنہ اپنے کھرل میں کاشت کرا - ریگستانی شعر تعمرات جادو آشام ہے اسے اپنے طوفان کجلائی سے فضائے نرگس میں تحلیل کر دے آ -

میں موہوب فاصلہ پر تیرے آنکھوں کے تبسم تاریک کو جلا دے رہا ہوں تو اپنے سروش نیلی کے ساتھ میری ہمنوا بن آ - اگر تو نہیں آنا چاہتی تو بہتر لیکن ریاست الور کے سردار گھائی میں بی۔ اے علیگ نہ لکھ تو اردو بیچاری کے گلے پر الٹی چھری کیوں چلاتی ہے - مجھے معلوم ہے کہ تو سمجھانے بجھانے سے اور بھی چراغ پا ہوگی تیرے عقل پر شریفہ کے بی۔ اے نے جہل مرکب کی تمادی عارض کر دی ہے - آہ ذرا ادھر دیکھ لینا آہ لے آنسوؤوں کی صدائے عمیق آ -

اف اف تیرا گنجان جھینپنا - تیری کھسیانی دندان نمائی دفعتہ پڑ گئی ہر دیکھنے والے کے لیے بیساختہ قہقہہ ہے -

---

اپنی اپنی سمجھ

جج صاحب ہوٹل میں کھانا کھا رہے تھے بیئر کی بوتل بھی سامنے آئی - باورچی کچھ انعام کا خواہشمند تھا - پوچھا بیئر کی یخنی کیسی ہے؟ جج صاحب کہنے لگے "میری رائے میں بیئر نے اپنا موجود نہونا بخوبی ثابت کر دی ہے -

---

کچھ رجسٹر کی غلطی کی وجہ سے ایک قیدی ایک ہفتہ زیادہ روک لیا گیا - جیلر نے اپنی غلطی تسلیم کی اور معافی کا خواستگار ہوا - قیدی نے کہا "کوئی افسوس کی بات نہیں ہے" اگلے مرتبہ ایک ہفتہ جلد چھوڑ دینا -

---

انگلستان میں کرکیٹ کا وقت آ پہونچا ہے - آسٹریلیا تک سے لوگ کھیلنے آئے ہیں - ان لوگوں کا کھیل بہت ہی عمدہ سمجھا جاتا ہے اور یہ سچ بھی ہے - ایک صاحب کی یہ رائے ہے کہ جب نامی بیٹر (Batter) کھیلے تو دو آدمی ایک ہی ساتھ گیند پھینکیں اور جب نامی بولر

(Bolers) گیند پھینکنے تب دو بیٹر ایک ہی وقت کھیلیں جن صاحب کی یہ رائے ہے وہ چاہتے ہیں کہ جبتک یہ سلسلے ہوا سوقت تک وہ کرکٹ کلب میں برابر جائینگے اور بیچارے روزہ میں کھاتے پیتے رہیں گے

بنگالی کو لوگ ناحق بدنام کرتے ہیں۔ وہ بیچارہ بہت ہی سیدھا ہوتا ہے۔ میں خود جانتا ہوں کہ ایک بنگالی بابو روزانہ پچے دفتر جاتے ہیں اور سب کے سب انھیں دوست کہتے ہیں مگر وہ کچھ برا نہیں مانتے۔

لارڈ ریڈنگ کا استقبال ہندوستان سے واپسی پر بہت دھوم سے انگلستان میں ہوا۔ سب کو یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ کی خوب تندرست ہیں۔ مسٹر ... صاحب نے کہا کہ یہ تندرستی اسوجہ سے اچھی ہے کہ میں ایک گھنٹہ روز گھوڑے کی سواری کرتا تھا۔ اسپر کسی پریس والے نے پوچھا کہ اب بھی آپ گھوڑے کی سواری کیجیے گا یا نہیں۔ جواب ملا کہ لندن میں گھوڑے کا خرچ بہت ہے۔ کیا کریں بیچارے نے اپنی سب کمائی ہندوستان میں خرچ کر ڈالی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کچھ مقروض تو نہیں ہو گئے۔

"بچپن"

بچپن میں بھی چھپکے جاتے رہے گھر رم گیا ہے۔ ایک صاحب سوروپیہ کے دوشالے سے آٹھ آنے کا جوتا جھاڑ رہے تھے۔ کسی نے اعتراض کیا کہ حضرت گرد جھاڑنے کے واسطے کوئی رومال سہی۔ فرمانے لگے کچھ پروا کی بات نہیں یہ دوشالہ والد مرحوم نے خریدا تھا۔ یہ جوتا اب سے کا زرخرید ہے۔ وغیرہ

نے بے سنت وحشت جو مال کمایا تھا وہ شومی تقدیر کی بدولت انڈے بچے نہیں دیتا۔ جب اٹھنے بیٹھنے کا محل نہیں رہا تو ریڈ ٹیپ سائنگ دسواری کا تعلق کیونکر باقی رہ سکتا ہے۔

گئے دن ٹٹوؤں کے پھاندنے کے
ہوئی اب پنڈلیوں میں بیل ہڈی

بالفعل زرخرید یا پوستی ہی رہ گئی ہے کے برتے پر سواری کا خواب فضول ہے۔ اکیلے لاٹ صاحب نہیں ایک بار دیکھا دوبارہ دیکھنے کی ہوس ہے کی حسرت میں مبتلا نہیں ہیں۔ الف لیلہ کے

بی صاحب کا وجود مرحوم شہنشاہی کی تو ادھر جانے کا جیسے دار ہے لہذا اگر نسل انسانی کی ترقی منظور ہے تو ہر ایک شخص کا فرض ہے کہ زندہ انسان ڈھانے والی مشین کی پوری نگہبانی کرے۔

علی احمد صاحب تاج جبل پوری نے نہایت محنت و جانفشانی سے یہ کتاب تالیف کی ہے اس میں نسوانی امراض اور ولادت کے متعلق تمام ضروری امور یکجا کر دیے ہیں۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو تاہل کے دم سے ہر وقت بند ھی رہنی چاہیے۔ بلکہ اس قابل ہے کہ طبیب کی بجائے مقام بھی پائے۔ کیا ہے کہ زچگی اور تعصبات اکثر طبیب کے وجود سے خالی ہوتے ہیں۔ کتاب آسان اردو میں لکھی گئی ہے علاج میں اکثر ایسے تدابیر ہیں جو سہل الحصول ہیں۔

یہ پہلا حصہ ہے دوسرے حصہ کے متعلق وعدہ کیا گیا ہے کہ اسمیں امراض اطفال سے مفصل بحث کیجائے گی۔ کتاب کا حجم ۲۰۰ صفحے ہے ابتدا میں بیاضت کتاب کی فہرست بھی لکھی ہے۔ ایک روپیہ آٹھ آنے فی جلد قیمت ہے اور غالباً ایس اے احمد اینڈ کمپنی جامع مسجد جبل پور کے پتے سے مل سکتی ہے۔ اس کتاب کے ساتھ ایک اور مختصر رسالہ بھی دفتر میں آیا تھا اسمیں پرانے اور نئے اوزان کی تفصیل درج ہے۔ اور مختلف مقامات کے اوزان کا ہندوستانی اوزان سے مقابلہ بھی کیا گیا ہے۔ یہ کتاب بھی مفید ہے مگر افسوس ہے کوئی صاحب دفتر سے چرا کے غائب کر گئے مشتاقین اگر چاہیں تو بذریعہ تحریر قیمت



ہرحال مصیبت ہے

ایک قسمت رسی نے اپنی آنکھ سی ہوس میں کوئی تھی۔ قصہ مشہور ہے شاید دو روشنیاں میں بھی ہے۔ اور حاتم طائی کے قصے میں بھی لکھنے والے نے لکھا ہے۔

نقد انقد

طیبہ

دو گھر نسل سے ہے گا جسیں کوئی موت ہو۔

دریافت کریں۔

ذکر و فکر عاجزی

رائے زادہ کنور بہاری لال صاحب کھترا ان لوگوں میں ہیں جو صحیح معانی میں تصرف کا دعوےٰ کر سکتے ہیں آپ تحصیل نواب گنج ضلع بریلی میں آجکل تحصیلدار ہیں گل و بلبل کی شاعری کی طرف آپ کو رجحان نہیں حقانی غزلیں کہتے ہیں اور مضامین کے اعتبار سے خوب کہتے ہیں۔

لفظی خوبیوں سے قطع نظر کیجیے اور مطالب سے واسطہ رکھیے تو آپ کا کلام پرلطف و با معنی ہے۔ ۱۹۲۵ء میں ہم آپ کے بعض اشعار سے ناظرین کو مطلع کر چکے ہیں۔ قیمت کچھ لکھی نہیں ہے۔ غالباً کچھ نہ ہوگی بمفت مل سکتی ہے۔

تو پڑھ نماز نیچرل

بسلسلہ نمبر ۱۹ مورخہ ۶ مئی ۱۹۲۶ء

نجیب میں شریف میں	سفیح میں خریف میں
رقیب میں حریف میں	روایت ضعیف میں
شرارت ظریف میں	قباحت حنیف میں
تبسم نحیف میں	ترنم لطیف میں
میانِ کثیف میں	تو پڑھ نماز نیچرل ۷

۸

تو بول میں براز میں	تو ڈنڈیوں کے ناز میں
دل اسیر آز میں	نشیب میں فراز میں
نگاہِ نیم باز میں	ہری بھری گداز میں
ادھی اودھی کے راز میں	اللہ رکھی کے ساز میں
گر شب دراز میں	تو پڑھ نماز نیچرل

۹

بہار میں تو ریل میں	تو شیخ شنخ تیل میں
تو سنگھٹن کے کھیل میں	شدھی کے ریل پیل میں
کمیٹیوں کے سیل میں	منافقت کے میل میں
تو جیل خانے میں تو جیل میں	چڑھی ہوئی نکیل میں
بیڑی کی کلیل میں	تو پڑھ نماز نیچرل

۱۰

صحیح میں سقیم میں	اسیر میں یتیم میں
بہار کی نسیم میں	حسینۂ رحیم میں
حقیقت میں ضخیم میں	طبیعتِ سلیم میں
سواد اور رمیم میں	کلام میں تو میم میں
شگوفۂ دو نیم میں	تو پڑھ نماز نیچرل

۱۱

ترنگ میں سرور میں	شعاع چشم حور میں
پوٹیل تنور میں	فریب برق طور میں
مٹے ہوئے قصور میں	دبی ہوئی قبور میں
خیال بے شعور میں	جمال پُر غرور میں
تو جے جگے طیور میں	تو پڑھ نماز نیچرل

۱۲

رنگے ہوئے سیار میں	تڑپ میں اور قرار میں
نختوں کے پیار میں	تغنیہ برار میں
اجل کے انتظار میں	قضا کے خلفشار میں
خلا میں اور اجار میں	شباب کے نکھار میں
پھٹی ہوئی ازار میں	تو پڑھ نماز نیچرل

۱۳

فغان عندلیب میں	جوان کم نصیب میں
منارۂ عجیب میں	نشانۂ قریب میں
امیر میں غریب میں	فلاکتِ ادیب میں
مطالب خطیب میں	مقدر رقیب میں
نزاکتِ حبیب میں	تو پڑھ نماز نیچرل

۱۴

تو قیتوں کی سیاؤں میں	سفید و سرخ آؤں میں
وسعد کی ہاؤں ہاؤں میں	گلوں کی ٹھنڈی چھاؤں میں
تو باہرے کے داؤں میں	تو شہر میں تو گاؤں میں
ببول کی ہواؤں میں	بندھی ہوئی فضاؤں میں
کسی ہوئی قباؤں میں	تو پڑھ نماز نیچرل

۱۵

نفاستہ کو دقات میں	دُلہن کے لام کاف میں
نسائیت کے ناف میں	لبادۂ و لحاف میں
گدھی کے رست صاف میں	تواتر طواف میں
تراوش شگاف میں	تلافیٔ خلاف میں
وصال میں زفاف میں	تو پڑھ نماز نیچرل

مقاصد وحید میں	قدیم میں جدید میں
محرموں میں عید میں	منتہو رشی سعید میں
وصال کی کلید میں	بڑی بڑوں کی دید میں
اضافۂ مزید میں	پلید سے پلید میں
غرض گدھے کی لید میں	تو پڑھ نماز نیچرل

راقم	بقلم
منتہوری مصطفےٰ آبادی	نیچرل از سیہور

موتیابند

یعنی

تبصرۂ شعر الہند

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است
سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است

(نمبر ۲)

(تتمہ ۶ مئی ۱۹۲۶ء)

حضرات! میں نے یہ غلط دعویٰ نہیں کیا کہ شعر الہند کے مصنف صاحب اردو سے بھی اچھی طرح ماہر نہیں شاعری تو بڑی چیز ہے چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"تغیرات نے سیکڑوں نئی چیزیں پیدا کیں اور سیکڑوں چیزوں کو فنا کیا" بھلا بتایئے یہ سیکڑوں کوئی ماہر زبان لکھ سکتا ہے۔ دیہی گنی میں بولتے اور ہر لفظ میں نون غنہ بڑھا دیتے ہیں مگر ان کی تحریر میں یہ بن مسنا پن نہیں ہوتا بلکہ وہ لکھنے میں عادہ کے ساتھ نون غنہ کا الحاق بھی کبھی نہیں کرتے۔ مصنف صاحب کا یہ حال ہے کہ معمولی الفاظ کا املا بھی نہیں جانتے۔ واں جناب مولانا عبد السلام صاحب ندوی کیا خوب فرماتے ہیں آپ نے کہیں انہیں کہیں غلطیں بھی کی ہیں اور جہاں کہیں [illegible] یہی بات تھی تو ندا میں بھی ایک نون بڑھا دیا ہوتا اور پیدا میں بھی پھر ہم آپ کو معذور سمجھتے۔

چند سطور کے بعد فرماتے ہیں:۔

"اسلام پر ساتویں صدی کے آغاز سے زیادہ کوئی دور سخت نہیں گزرا اس میں غارت گری ظلم اور اسلامی تہذیب و تمدن کے ایک ایک نشان کا [illegible]

اپنے بیدرد ہاتھوں سے شاگرد مل پا لیکن صرصر حوادث
کے ان تیز و تند جھونکوں سے بھی شاعری کا چراغ گل
نہ ہوسکا۔ بلکہ رزمیہ شاعری کے سوا اسی دور کے بعد
فارسی شاعری کے تمام اصناف نے ترقی کی اور عاشقانہ
صوفیانہ اور اخلاقی شاعری کا ایک عظیم الشان ذخیرہ
تیار ہوگیا؛"

اس جملہ کا حاصل مطلب یہ ہے کہ غارت گران تاتار
شاعروں سے شاعری کی دولت اور زبان کو چھین
لے نہیں جاسکے۔ بھلا پوچھیے اس فضول تذکرے سے
کیا فائدہ؟ قوت نطق بھی مال غنیمت ہے؟

جو لوگ سیاسی تغیرات کو زبان کے فنا و بقا میں دخیل
سمجھتے ہیں وہ ہرگز نکتہ رس نہیں ہیں بعض نہیں
بلکہ اکثر زبانوں کے مردہ ہوجانے کے اسباب سیاسی
تغیرات نہیں ہیں بلکہ ان کا تعلق صاحبان علم کی
خود غرضی سے ہے۔ یہ لوگ عوام کو اپنے قابو میں رکھنے
اور اپنا محتاج بنانے کے لیے انہیں جاہل رکھنے پر
مصر تھے۔ سیاسی تغیرات کا صرف اتنا اثر ہوا کہ فاتح قوم
کی زبان اختیار کرنے پر مفتوح قوم مجبور ہوتی تھی لیکن
کی خود غرضی نے یہ کیا کہ انکے ذات کے اسیر و قتل ہونے
کے ساتھ ہی انکی علمی محنت بھی خاک میں مل گئی یونانی
سے سنسکرت اور عبرانی کی مثال اس موقع پر کافی ہے
غور سے دیکھیے گا تو اس مصیبت کی جھلک ہر ایک مردہ
زبان میں پائی جائے گی۔ اہل اسلام نے علم کی اشاعت
میں کبھی بخل نہیں کیا۔ ساتویں صدی تک مدارس قائم
ہوچکے تھے صدہا کتب خانے کھلے ہوئے تھے۔ کتب
لغات و اصطلاحات علوم کی تدوین ہوچکی تھی ایسی حالت
میں ایک تاتاری فتنہ کیا اگر ہزار تاتاری فتنے
برپا ہوتے تب بھی شاعری اور زبان کے فنا ہونے کی
کوئی وجہ نہ تھی۔ بولنے والوں اور اپنی بولی سے محبت
رکھنے والوں کے ہوتے زبان کیوں فنا ہوتی۔ عربی اور
فارسی اردو زبان کی طرح بے وارث نہ تھی۔ انکے اہل
اردو بولنے والوں کی طرح اپنی زبان سے متنفر نہ تھے۔ انکے
مدارس میں کسی غیر زبان کی تعلیم لازمی نہ تھی آپ کی
نظر ان امور تک نہیں پہونچی اور پہونچتی کیونکر دیگر
مصنفین کے ورق گردانی سے تو شتر الف کا کھول ہوا ہے۔

جس میں جو کی روٹی۔ شیر دال۔ ماش کی دال۔
قورمہ۔ پلاؤ۔ کچوری۔ باقرخانی۔ کھچڑی۔ کلیجی۔
کھیر۔ ی۔ کچالو۔ بھجیا۔ چھن جاپ۔ زیت۔
دہی بڑے۔ جیلی۔ مربے کا ایک مرکب
فراہم کیا گیا ہے۔ اور لوگوں کو دعوت دی گئی ہے
کہ یہ سب چیزیں ایک ہی نوالے میں چٹ کر جائیں
کیا تاتاری فتنہ۔ کیا شعرالہند۔ خدا کی عنایت
سے دیباچے کے پہلے ہی گھونٹ میں قلم کو اچھو
ہوگیا تاریخیت کی بات ٹل گئی۔ ہا ہا ایک بات
تو ہم کہنی ہی بھول گئے۔ پرانا دستور تو یہ تھا کہ
پہلے بسم اللہ لکھتے تھے پھر حمد و نعت و منقبت۔
یہاں بعد بسم اللہ لفظ دیباچہ حمد و نعت و منقبت پر
مقدم ہے۔ یعنی دستار تو سر پر ہے مگر شلوار لفظ
دیباچہ گلے میں نظر آتی ہے اور قبا کی آستین
ٹانگوں میں۔ یعنی وضو کر کے استنجا فرمایا پھر نماز
پڑھ لی۔ یا بالفاظ دیگر یوں کہیے کہ اس عبارت و
نماز کے درمیان لفظ دیباچہ حدث اکبر ہے تو
ہوا کرے لیکن سب ادا ہو گئے اب کوئی
یہ نہیں کہہ سکتا کہ وضو بسم اللہ نہیں کیا نماز
(حمد و نعت و منقبت) نہیں پڑھی۔ یہی ترتیب
تو بسم اللہ اور الحمد میں محدثین نے خود ہی ابتدائے
حقیقی اور ابتدائے اضافی کا جھگڑا چھیڑ رکھا ہے۔
اگر لفظ دیباچہ اس جھگڑے میں حد فاصل قرار
دی جائے تو کچھ شکایت نہ ہونا چاہیے۔

ظاہر ہے کہ جب ایسے مشہور آداب تحریر سے
حضرت واقف نہیں ہیں تو شاعری کے رموز سخن کی
باریکیوں تک دماغ کی رسائی اور اس دعوے کی
صحت کہ ہم مشہور اساتذہ کے کلام کا باہم موازنہ
اور مقابلہ کر سکتے ہیں کہاں تک قابل تسلیم ہو سکتی ہے
کسی بینائی رکھنے والے سے باربار یہ کہنا کہ
دن ہے رات نہیں ہے۔ آنحضرت کی دلیل ہے
تو ہمارے دوست کا یہ دیباچہ بھی سراسر تعقید
سے بھرا ہوا ہے۔ جو فقرے ہم پہلے نقل کر چکے اسکا
حاصل بھی یہی ہے کہ انقلاب نے شاعری کو
نقصان نہیں پہونچایا۔ سینکڑوں انقلاب

انقلاب ہوئے۔ دوسرا جملہ بھی جو بابت ساتویں
صدی کے تاتاری مظالم کی طرف اشارہ ہے
یہی معنی رکھتا ہے۔ اب تیسرا فقرہ سنیئے۔

"ہندوستان میں تیموری حکومت کی ترقی کا دور
صرف اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ تک قائم رہا
اسکے بعد تنزل کا دور شروع اور مختلف انقلابات کے
بعد چند دنوں میں اس پر عظمت سلطنت کا خاتمہ ہوگیا
دور انقلاب میں مسلمانوں کی ہر چیز پر زوال آیا لیکن ایک
اردو شاعری اس عام آفت سے محفوظ رہی؛"

ناظرین خود ہی ملاحظہ فرمائیں ساتویں صدی کے
تاتاری انقلاب سے اردو شاعری کو کتنا لگاؤ ہے
اور عالمگیر کے زمانے میں اردو کس قدر باقی تھی جسکا
اثر باقی رہا۔ کیا حضرت مصنف کا یہ مطلب ہے کہ
تیموری حکومت کی دم کے ساتھ اردو بندھی ہوئی
تھی؟ اور سلطنت مٹنے کے ساتھ اردو کو کسی قسم کا
لازم و ملزوم کی نسبت حاصل ہے۔

اگر اس قسم کی تحقیق کسی کو محقق کا لقب عنایت
کر سکتی ہے تو پھر جو شخص یہ کہے وہ بھی محقق ہے۔
"سلاطین بنی عباس کا خاتمہ ہوا مگر لوگوں کی
ناک سے سونگھنے کی قوت سلب نہ ہوئی۔ ہلاکو مر گیا
مگر لوگوں کی ناک نے سونگھنے کی عادت ترک نہ کی۔
خلجی اور لودی خاندانوں کی سلطنت مٹی مگر ناک
بونیدوں کا مقصد رگڑتی رہی۔ انقلاب کا
اثر ہوا۔ اور غضب یہ ہے کہ آج تک سونگھتی رہتی ہے"
ہر شخص کو اختیار ہے کہ ناک ہی نہیں بلکہ تمام اعضا
و جوارح اور انکے وظائف و خدمات سیاسی انقلابات
کی دم میں باندھ دے اور ایک نہیں ہزار جلدوں
کی ایک کتاب لکھ کے محقق بن جائے۔ کیونکہ اس دیباچے
میں مانا مصنفین کے اس عظیم الشان محقق نے یہی صورت
اختیار کیا ہے عنوان چھوٹا ضرور ہے۔ اور ایسے باریک
نکات نہیں واضح کیے گئے ہیں کہ شاید اتنا دور تک
کی نگاہ غار اختلافات ان نکات تک پہونچی ہو گی جتنا
فرماتے ہیں:۔

"یہ اور نہ صرف محفوظ رہی بلکہ ہندی جاہ و جلال
کے سب سے آخری دور یعنی شاہ عالم کے زمانے



مزدور:- دلواؤ بیکاری کا ٹیکس۔

سرمایہ داروںکا تھاگی:- یہاں تو اسٹرائک روز ہوتی ہے پھر آخر کام کیونکر چلے۔ قومی قرضہ کیونکر ادا ہو؟

جان بل:- توبہ! کیا غضب ہیں جان سے دونوں لونڈے شہدپن پر آمادہ ہیں۔

سے اسکی ترقی کا حقیقی دور شروع ہوا۔

دیکھا آپ نے فکر کر نے کیسا خوبصورت بچہ جنا؟ یعنے شاہ عالم کے زمانہ تک اُردو قابل التفات حالت میں تھی ہی نہیں تو زوال حکومت تیموریہ تک کیا اثر کرتا جسے عروج حاصل ہی نہوا اسے زوال سے کیا تعلق۔؟

پھر ارشاد ہوتا ہے:۔

"اور اسکے بعد وہ روز بروز ترقی کرتی چلی گئی"

اس جملے سے واضح ہوتا ہے کہ اُردو کی ترقی اور تیموری سلطنت کا زوال ایک ہی شے ہے۔ بلا سے سلطنت گئی تو گئی اُردو تو رہ گئی۔ ورنہ آج دنیا ہند کا تبصرہ ہوتا نہ شعر الہند کا وجود۔

پھر فرماتے ہیں:۔

"اگرچہ اس نے اپنی ترقی کے لیے نتیجۂ فارسی شاعری سے کم زمانہ پایا تاہم اسیر بھی فارسی شاعری کی طرح تغیرات و انقلابات کے مختلف دور..... لہٰذا اس جملہ میں اُردو دانی کا اچھا نمونہ تاہم کے ساتھ "اس پر بھی" کا انضمام ہے یا "تاہم" بیکار ہے یا "اسیر بھی" دودیوں لکھتے۔

"تاہم باوجود اسکے یا نیمہ اسیر بھی مع ذلک فارسی شاعری کی طرح اُردو ......"

اسکے بعد نویں صفحہ تک دیکھیے اور بے دیکھیے تذکرہ ہائے شعرا کی فہرست ہے اور فہرست کے بعد عذر کیا گیا ہے کہ اُردو شاعری کے ہر دور کے خصوصیات عہد بہ عہد کے ترقیوں کے حالات اور انکے علل و اسباب کی تلاش ایک بے سود کوشش ہے...... اگر کوئی کام کی چیز ہے تو وہ شعرا کے کلام کا انتخاب ہے......"

اور اس انتخاب سے متعدد تاریخی فوائد حاصل کیے جا سکتے ہیں"

اس عبارت سے ہم تو یہی مطلب اخذ کرتے ہیں کہ لیاقت کی قلعیا تمام ہوئی سے

چل بسے دلی جنوں خالی بیاباں رہ گیا

دیگر اشخاص کو اختیار ہے کہ وہ مصنف شعر الہند کے ان الفاظ کو حقیقت پر محمول فرمائیں یا مسل سمجھیں۔

"........ کاشف الحقائق مولوی امداد امام اثر

خصوصیت کے ساتھ ہمارے لیے کارآمد ثابت ہوئی ہیں۔ اور ہم نے ان سے کافی فائدہ اٹھایا ہے" اتنا ہمیں معلوم ہے کہ پڑھے لکھے آدمی "کارآمد" کہتے ہیں۔

آخر دیباچہ میں کتاب کی ترتیب ادوار شاعری کا ذکر ہے۔ باقی آیندہ

راقم

رفیع الخیال کمال

لاجواب شربت

خان اینڈ سنس جوہری محلہ لکھنؤ نے ایک شربت تیار کیا ہے۔ گردہ و مثانہ و بواسیری امراض میں استعمال کیا جاتا ہے۔ خاں صاحب قابل اعتبار شخص ہیں اسلیے امید ہے کہ یہ شربت ایسی ہی دواؤں سے مرکب ہوگا جو ان امراض کے واسطے مخصوص ہیں۔ لکھا ہے کہ یہ شربت سوزاک کے واسطے خصوصاً مفید ہے۔ یہ مبارک مرض لیا اوقات شباب کا جزو لاینفک ہوتا ہے اور غالباً شاعر نے کچھ یہی سوچ کے یہ شعر کہا ہے سے

سنبھالا ہوش پھر نے لگے حسینوں پر
ہمیں تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

اس میں انسان موت کو ترستا ہے اور یہی موت ہے۔ لہٰذا آزمائش کرنی چاہیے۔ ۱۲ قیمت ہے۔

مولانا پنچ کی نوٹ بک

خبر لیجیے زباں بگلی

واقعی یہ دو تولے وزن کا لمبا سا چھچھڑا جو بتیس سپاہیوں کے گارد میں رہتا ہے جسے دیہاتی گنوار "جیبھ" کہتے ہیں اور شہری عورتیں "زبان" کتنی عجیب چیز ہے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت لقمان کے آقا کے یہاں دوستوں کی دعوت تھی اس نے لقمان سے کہا بکری ذبح کرو اور تمھارے نزدیک جس جگہ کا گوشت بہتر ہو پکا کے دسترخوان پر رکھو۔ لقمان نے زبان پکائی طشتری میں لگا کے سامنے لائے مہمان بیٹھے کٹی پس سکتی نے دیا بھگتی نے کھایا جسو جی بڑھ گیا پایا "کا سعر کہ جو در پیش ہوا تو آقا جان جل کے کباب ہو گئے۔ کہنے لگے کل پھر ایک بکری ذبح کیجیے اور بدترین گوشت پکائیے۔ دوسرے دن پھر وہی زبان دیکھ کے جھلائے تعجب سے غلام کی طرف دیکھا غلام کہا: سنیے حضور زبان وہ چیز ہے جس سے انسان کی عقل و دانش کا حال کھلتا ہے اور یہی وہ بلا ہے جو تشہیر کرا کے مار کھلواتی ہے سے

شل اسے شاد دیکھی ہے ہم کچھ مع زبانوں کی
زبان شیری ملک گیری زبان ٹیڑھی ملک بانکا

لہٰذا یہ عضو اچھا بھی ہے برا بھی ہے۔ اگر بات بن پڑے تو انسان ہاتھی چڑھے نہیں تو ہاتھی کے پاؤں میں بندھے۔

القصہ آجکل مشہور ہے کہ شہر کے ایک شاعر حسن جعفر صاحب زبان نکالنے والے ہیں ایک دفعہ نہیں بلکہ ماہوار نکالتے رہیں گے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ خدانخواستہ آپ کسی کو منہ چڑھائیں گے یعنی صاحب کہیں مہذب آدمی زبان نکال کے منہ چڑاتے ہیں اسے جناب ممدوح کا قصد ہے کہ ایک پرچہ نکالیں جسکا نام زبان ہو۔ اب سمجھیے کل جینے کے جواب کو اختیار ہے چاہے یوں کہیے کہ حضرت میں نے سنا آپ نے زبان نکالی ہے۔ یا اس طرح سوال کیجیے "زبان (پرچہ) پھر کب نکلے گا"

سیکھے کام رونے سے اکثر ہے ناصح
تو کب تک مرے منہ کو دھوتا رہے گا

دہلی آثار القباب و مقبرہ حضرت ابن سعود و مسمار آت المرا نے کچھ تجے اور کچھ مساجد کچھ مشاہد مسمار کیے جنہیں مسلمان روئے پیٹے جھنجھلائے سرکار نظام حیدرآباد نے خصوصی انجینیر بھیجا کہ تعمیر کا تخمینہ پیش کرے تو یہاں روپیہ جائے اور وہاں کام شروع ہو۔

یہ افواہی خبر ہے خدا جانے سچ ہے کہ جھوٹ۔ اگر سچ ہو تو شاید یہ آرزو کبھی پوری نہ ہوگی کیونکہ سنا ہے کہ اکثر ...صاحب سطح زمین کے ... گنبد کو مزار ... کہتے ہیں ہرگز پسند نہیں ...

طبیعت نہیں پائی ہے یہاں تک کہ اگر اتفاقاً آپ کسی پبلک والی کا گنبد بشمولیت زیادہ اونچا دیکھتے ہیں تو زیادہ حسین کا مقبرہ سمجھ کے ٹکڑے کر دیتے ہیں (مسعودی عظمیٰ القبۃ) اس بت کو زمین کے برابر کر دو گے علاوہ اگر جناب راجہ اسٹار آف انڈیا صاحب کو منظور ہوا کہ زمین اسی طرح ناہموار ہے تو سرے سے انھیں ڈھاتے ہی کیوں جانا مذہبی ہے۔ انھوں نے اثنائے جنگ میں جو مقامات اجاڑے تھے ان پر مسلمانوں کے سر پیٹنے کی خس برابر پروا نہیں کی اور دمشق پر حال ہی میں بمباری چلا دیا۔

الغرض ایک آدھ مرتبہ تخریب کا مقابلہ تعمیر کر سکتی ہے بشرطیکہ دیر لگتی ہے بگڑتے دیر نہیں لگتی۔ لہٰذا یہ سلسلہ زیادہ زمانے تک جاری نہیں رہ سکتا۔ یوں سیری سدو کا مقابلہ وشو نہیں کر سکتا۔

مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

اس ہفتہ کی اندوہناک خبر یہ ہے کہ غازی محمد بن عبدالکریم نے آخر کار ہتھیار ڈال دیئے یعنی فرانس کے ہاتھ حوالے کر دیا۔ اور اسطرح یہ لڑائی جیتی جتائی ختم ہوگئی۔ وہ کون سا واقعہ ہے جس سے عبرت حاصل کرنے کے واسطے گنجائش نہیں۔ لیکن یہیں پر جنگ چومکھی کی مصنوعی لڑائی معلوم ہوتی ہے:۔

"وہ تو جیتی بچ دو تو ہارا جب"

ممکن ہے کہ ریف محض سسرال والوں کی خاطر سے کر دے۔

"بی بی آنکھیں کھولو میں تمھارا غلام ہوں"

پھر گھر جا کے گھوڑوں کا دانہ دلوا دے۔ خدا جانے انگریزی کو نذر اخبار کیسے رطب اللسان ہیں جنھوں نے ابھی چند روز اس طرف امیر صورت کی تقریر شرائط صلح کے متعلق نقل کی تھی۔

بہرحال اب شام کی خیر منانی چاہیے

پیش بندی

جب کوئی ہندوستانی عورت اپنے بیٹے کا بیاہ کر جاتی ہے تو اس کی خوشی کا حال کچھ نہ پوچھیے اس طرح سے بہوؤں کی گالیاں کھائی ہے جیسے نقلی ریوڑیاں کھاتا ہے۔ مگر یہ بھی ایک دستور سا ہے کہ بہو کا قدم گھر میں آتے ہی ماں کی ممتا اور بہو کے استحقاق ناز برداری میں کشاکش آغاز ہو جاتی ہے اور صاحبزادے گل بازی کی طرح نہ ادھر کے رہتے ہیں نہ ادھر کے۔ چنانچہ ایک بڑی بی کا حال سناتے ہیں کہ وہ صاحبزادے کی چوتھی کا سامان کر رہی تھیں۔ اسکے ساتھ ہی ٹوٹے دوپٹے پھٹی جوتیاں۔ پنکھے کی ڈنڈیاں۔ گھڑے کے منہ ٹھیکریوں کے ٹھیکرے بھی ایک کوٹھری میں جمع کرتی جاتی ہیں۔ دیکھنے کے چاؤ تھے اور دانت کٹکٹا کے پوچھیں کہ یہاں سوئی آئی ہے میرے بچے پر قبضہ کرنے یہ چیز اٹھا رکھا ہے:

پھٹی جوتیاں بھیجیں اور فرمایا "میں کوئی تیری ماں باوا سے دبوں گی۔ اسے تو بس یہ جوتی ہوگی اور تیرا سر"

پنکھے کی ڈنڈیاں اٹھائیں اور کہا "تو کیا ہے اس بڑھاپے میں ہو کر ٹیڑھی ہو کر ان سے تو چھڑاؤں گی"

گھڑے کے منہ گھڑ اور ٹھیکرے سمیٹے اور "بہو یہ موئی میرا بھی کچھ کم نہیں ہے۔ ٹھیکرا کرتے کرتے تیرے گنجے سر کا ستھراؤ کر دوں گی"

اصل یہی حال لیڈی برطانیہ کا ہے۔ مصر کو گو آپ نے کچھ اختیارات عنایت فرمائے تھے۔ اُن اختیارات میں جو وراثت کی گنجائش تھی مگر آزادگان مصر نے ان سے وہی مطلب نکال لیا جو اصلی مطلب لفظ اختیارات کا ہے۔ آخر بچی بچائی پکھنا میں اور بہانہ ڈھونڈ بنے گئیں۔ اتفاقاً جنرل لی اسٹیک قتل ہو گئے۔ بہانہ مل گیا۔ آزادگان مصر سے زغلول پاشا منادی کیے گئے انھیں استعفا دینا پڑا۔ خوشامد خوروں زیور پاشا نے سعد زغلول کی جگہ لی۔ مگر جنھیں قومیت و اجماع کا شرف حاصل ہے وہ نچلے بیٹھنا کب گوارا۔ حال میں انتخاب کیا گیا تو پھر سعد زغلول کے نام نکلا۔ اب لیڈی برطانیہ کو سینا [illegible] سو گھر بچانی جوتیاں کی ضرورت پھر پڑ گئی تاکہ نیابت کا حق انکے پہلے اخباری کا نذر ادا کر سکے اسے ہے پھر وہی موئی بیل جو گئی گھر کی مالک بن گئی۔ جو غیرت دار ہوگی تو بچھلی آگ بجھی ماد (معاملہ مصر سوڈان و قتل سٹیک) جھلی نہ ہوگی۔ اسے آتی تو مونڈی شاہی غرور سے لینا ٹھیک نہیں ہے۔

اسے کہتے ہیں پیش بندی۔

المتفرقات

بھوپال کی بیگم صاحب جو چند مجبوروں سے اس ملک کے قوم کے بڑے کامیاب ہوئیں کہ اپنے بعد ولیعہد کا منصب ولیعہد زادہ کو ملنا چاہیے۔ مگر آپ نے اس حق کو توڑ دینے کے لیے خود اپنی ذات کو موروث کر لیا۔ چنانچہ حبیب اللہ خان (ولیعہد زادہ) روٹھ کے حیدرآباد دکن چلے گئے۔ مثل ہے:۔

باپ پوت دکھن دہی کرم کے لچھن

مہیسور کے مہاراجہ اور کالکا جینتہ میں ہاتھی کے آسن پر سواری شکار میں گئے تھے۔ وہ تو کہیے خیریت گزری ورنہ کیا استادہ گیا ہاتھی کی ناک سونڈ دور سے ہاتھی مار گرا۔

مہنگائی کی حد ہو گئی۔ مہاتما گاندھی کو یہ کرتے کیا گزرا کہ عظیم ان سے سرزد ہوا ہے

یا اللہ تری امید ہے ہم عشق بت ہزار بدگمانی

حالانکہ گاندھی جی ایک صاف دل آدمی ہیں۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ کوئی صاف دلی نہ ڈھال کی حکمت عملی کے منافی ہو۔ اور پھر کوئی ویسا ہی فتنہ اٹھ کھڑا ہو جیسا کہ ریفارم کے ابتدائی عہد میں اٹھا تھا۔

تھیٹر کا خون بہا۔ بمبئی کے ایمپائر تھیٹر کے ایک طالب علم صاحب کو ہیں کے اسسٹنٹ ڈائرکٹر کی بیوی نے یہ خبر سن کے کہ طالب علم صاحب اُن کی لڑکیوں کے بارے میں غلط بیانی کرتے ہیں ایک چانٹا رسید کیا۔ لازم تو یہ تھا کہ حضرت کی یہ حرکت پیشے مجسٹریٹ سے فریادی مجسٹریٹ نے میم صاحب پر ڈیڑھ روپیہ جرمانہ کر دیا۔ کیجیے یہ بھی کوئی بات تھی۔